41

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

یہ آیت ہر مسلمان کا فرض قرار دیتی ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے ہر پہلو سے بنی نوع انسان کی خدمت کرے

(فرمودہ 19/اکتوبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''یوں تو قرآن کریم سارے کا سارا ہی معارف اور نکات سے بھرا پڑا ہے۔ مگر اس کے بعض حصے ایسے ہیں جن میں متعدد مضامین اس طرح پاس پاس آ جاتے ہیں کہ حیرت آتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ تھوڑی سی جگہ میں کتنے اہم مضامین کو جمع کر دیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران کا وہ رکوع جس کی ایک آیت مَیں اِس وقت پڑھوں گا وہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس میں ایک طرف مسلمانوں کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں اور دوسری طرف اہل کتاب کی آئندہ ترقیات

اور ان کے کاموں کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ پھر منافقوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کافروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔غرض تمام قومیں جو اسلام کے ساتھ کچھ تعلق رکھتی تھیں یا اس سے ٹکراتی تھیں ان میں سے کسی کے حال کا اور کسی کے مستقبل کا ذکر اس جگہ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مختلف مضامین اس چھوٹی سی جگہ یعنی دس بارہ آیتوں میں ہی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ 1 اس آیت میں پہلے تو مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہارے پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم دنیا کی تمام قوموں میں سے بہتر قوم ہو۔ اس لیے کہ کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں جو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے کھڑی ہوئی ہو۔لیکن تم ایسی قوم ہو کہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم کو ساری دنیا کی بھلائی اور فائدہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ باقی قومیں اول تو مذہبی حدبندیوں کے باعث اپنے ہی فائدہ کے لیے کھڑی ہوئی ہیں۔ جیسے عیسائی اور یہودی کہ اُن کا دائرہ عمل صرف اپنی قوم تک محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے کالے اور گورے سب کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور فرمایا میری امت میں عربی اور عجمی کا کوئی فرق نہیں 2 کیونکہ عجمی بھی میری امت میں ہیں اور عربی بھی میری امت میں ہیں۔ اس لیے چاہے کوئی عجمی ہو اُس کے بھی وہی حقوق ہیں اور چاہے عربی ہو اس کے بھی وہی حقوق ہیں۔ کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اِسی طرح معاہد قوم اور خود اپنی قوم میں بھی کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ سب کے ساتھ انصاف اور عدل سے کام لیا جائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے پہلے کچھ غلام ایمان لائے۔ اُن کا جو اَدب اور احترام کیا گیا اُس کی دنیا میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ غلام دنیا میں ہر جگہ ہی ذلیل رہے ہیں سوائے اسلام کے جس نے انہیں بہت بڑی عزت دی ہے۔ قربانیاں تو انہوں نے بڑی بڑی کی ہیں۔ رومی قوم کے غلاموں کو دیکھ لو، ایرانی قوم کے غلاموں کو دیکھ لو انہوں نے

مسلمان غلاموں سے کم قربانیاں نہیں کیں لیکن رُتبہ اورعزت میں وہ ہمیشہ ہی اصلی قوموں سے نیچے رکھے گئے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد جو غلام ایمان لائے اُن کو ایسا مرتبہ نصیب ہوا اور ایسی ترقی نصیب ہوئی کہ بنو ہاشم یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے جو لوگ تھے اُن سے ان غلاموں کے مقابلہ میں کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا گیا۔ آپ کے رشتہ دار اور رؤسائے عرب سمجھتے تھے کہ ہمارے برابر کوئی نہیں مگر جب وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور ان ایمان لانے والے غلاموں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ دشمنی کے زمانہ میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دشمن تھے اور یہ دوست تھے مگر جب وہ دوست بن گئے تب تو ان میں اور غلاموں میں کوئی فرق ہونا چاہیے تھا۔ مگر جب فتح مکہ کا وقت آیا تو حضرت عباسؓ ابوسفیان کو پکڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اُس کو جب پتا لگا کہ آپؐ مکہ پر حملہ کرنے جا رہے ہیں تو اُس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ! آپ کی قوم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ کو خدا نے بڑا رُتبہ دیا ہے۔ آپ مجھے اپنی قوم کے لیے کوئی انعام دیں تا کہ ان کے سامنے میری بھی عزت ہو۔ آپ نے فرمایا جو شخص تمہارے گھر میں گُھس جائے گا اُس کو جان کی امان دے دی جائے گی۔ وہ کہنے لگا یَارَسُولَ اللّٰہ! میرا گھر کتنا بڑا ہے۔ مکہ کے ہزاروں افراد کی آبادی میرے گھر میں کیسے گُھسے گی؟ آپ نے فرمایا اچھا جو خانہ کعبہ میں گُھس جائے گا اُس کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ اس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ ! سارا مکہ وہاں بھی نہیں سما سکتا۔ فرمایا اچھا! جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا اور اندر بیٹھ جائے گا اُس کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ آپؐ اِسی طرح بتاتے گئے اور اپنے احسان کی وسعت کرتے گئے۔ بلالؓ اُس وقت نہیں تھے۔ مکہ والوں نے انہیں بڑی بڑی تکلیفیں دی تھیں۔ آپؐ نے مدینہ کے ایک انصاری کو جو اُن کے بھائی بنائے گئے تھے بلایا اور اُسے ایک جھنڈا دے کر فرمایا یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ جو شخص اِس جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اُس کو بھی پناہ دی جائے گی۔3

اب بلالؓ ایک غلام تھے۔ ایسے غلام جنہیں مکہ والے تپتی ریت پر لِٹا کر کِیلوں والے جُوتے پہن کر اُن پر کُودا کرتے تھے اور مقابل میں ابوسفیان تھا جو سارے مکہ کا سردار تھا

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رشتہ دار تھا اور وہ مسلمان بھی ہو چکا تھا۔ اب وہ زمانہ نہیں تھا کہ کہا جاتا بلالؓ تو مسلمان ہے اور ابوسفیانؓ ایمان نہیں لایا۔ بلکہ اب وہ زمانہ تھا کہ بلالؓ بھی مسلمان ہو چکا تھا اور ابوسفیانؓ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ گویا دو مسلمانوں کا مقابلہ تھا۔ مگر ایک سردا ر تھا مسلمان اور ایک غلام تھا مسلمان۔ آپ نے اُس غلام مسلمان کو سردار مسلمان کے برابر رکھا اور فرمایا جو شخص اس کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اُس کو بھی پناہ دی جائے گی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ابوسفیان کے گھر میں گھستے ہوئے تو لوگوں کو ڈر بھی آ سکتا تھا مگر بلالؓ کے جھنڈے تلے کھڑا ہونے میں کسی کو کوئی خوف نہیں تھا۔ کیونکہ وہ میدان میں گاڑا گیا تھا اور میدان میں جو جھنڈا گاڑا جاتا ہے اُس کے نیچے ہر شخص آ سکتا ہے۔ تو ابوسفیان کے گھر نے اُن لوگوں کو پناہ دی جو اُس سے تعلق رکھتے تھے اور بلالؓ کے جھنڈے نے ہر مکہ والے کو پناہ دی۔ اب دیکھو کتنی مساوات اسلام نے رکھی ہے۔ یہاں کوئی سوال عرب کا نہیں تھا اور کوئی سوال حبشہ کا نہیں تھا۔ اِسی طرح نہ ایران کا کوئی سوال تھا، نہ آرمینیا کا کوئی سوال تھا۔ ہر شخص چاہے کسی قوم کا تھا چاہے وہ غلام تھا یا آزاد، اسلام میں آنے کے بعد اُسے عزت دی گئی۔ تو فرماتا ہے کہ تم ایک ایسی قوم ہو اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ جس کو تمام دنیا کے فائدہ کے لیے کھڑا کیا گیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اِسی امت سے سارے جہان نے فائدہ اُٹھایا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آرمینیا کے قلعہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا۔ وہ حملہ اتنا سخت تھا کہ کفار ڈر گئے کہ کہیں مسلمان دروازہ توڑ کر اندر داخل نہ ہو جائیں۔ آخر انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ کسی طرح ان سے صلح کر لی جائے۔ مگر چونکہ علاقہ بڑا زرخیز تھا اس لیے انہوں نے کہا اگر صلح کی تو ان کا جرنیل ہم پر بڑا تاوان لگائے گا جس کی وجہ سے ہم پر بوجھ پڑ جائے گا۔ غلاموں میں چونکہ عقل کم ہوتی ہے اس لیے ان کا کوئی غلام پکڑ لو اور اُس سے معاہدہ کر لو۔ کسی نے کہا غلام سے معاہدہ کرنے سے کیا بنتا ہے؟ تو انہوں نے کہا ان کی قوم میں سب برابر ہیں۔ بیشک تم کسی غلام سے معاہدہ کر لو اس سے کام بن جائے گا۔ چنانچہ ایک مسلمان غلام پانی لینے قلعہ کے نیچے آیا تو انہوں نے اُس کو بلایا اور کہا میاں! اگر ہم قلعہ کا دروازہ کھول دیں تو تم ہمیں

کیا دو گے؟ وہ دنیا کی تمام چیزوں کے نام لیتا چلا گیا اور کہتا گیا کہ ہم یہ بھی دیں گے اور وہ بھی دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور کہا کہ مسلمانوں کا ہم سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ جب کمانڈرانچیف کو اس کی خبر ملی تو اُس نے کہا یہ تو بڑا ظلم ہوا ہے۔ اِتنی مدت تک ہم نے لڑائی کی اور ہمارے اتنے آدمی مارے گئے اور اس کے بعد یہ غلام سب کچھ دے کر آ گیا ہے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ معاہدہ ہو گیا ہے۔ ہم نے بہتیرا کہا ہے کہ یہ غلام ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ تم نے کب اعلان کیا تھا کہ غلام سے معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے معاہدہ پر قائم ہیں تم اگر چاہو تو بیشک توڑ دو۔ حضرت عمرؓ نے لکھا یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ اگر تم نے معاہدہ توڑا تو ان پر یہ اثر ہو گا کہ مسلمانوں میں غلام اور آزاد میں فرق رکھا جاتا ہے۔ اس لیے اب کے تم مان لو لیکن آئندہ کے لیے اعلان کر دو کہ معاہدہ ہمیشہ کمانڈر انچیف کے ذریعہ ہوا کرے گا۔4 چنانچہ وہ معاہدہ مان لیا گیا۔ اس طرح دور دور کی قوموں پر یہ اثر ہوا کہ اسلام میں غلام اور آزاد میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا اور اسلام کا فیض تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہے۔

اِسی طرح جب بیت المقدس کو مسلمانوں نے فتح کیا تو ایک دفعہ عیسائی لشکر پھر اس پر حملہ آور ہوا اور مسلمانوں کو نظر آیا کہ ہمیں یہ علاقہ چھوڑنا پڑے گا۔ مسلمان کمانڈر نے شہر کے رؤساء کو بلایا اور کہا ہم نے جو تم سے سالانہ ٹیکس لیا تھا وہ اِس غرض کے لیے تھا کہ تمہاری جانوں کی حفاظت کریں لیکن اب عیسائی لشکر اِتنی طاقت میں ہے کہ ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم کچھ مدت کے لیے پیچھے ہٹنے لگے ہیں اس لیے تمہارا ٹیکس واپس کیا جاتا ہے۔ اُس وقت دنیا میں عام دستور یہ تھا کہ فاتح قوم جب کسی شہر میں داخل ہوتی تو اُسے لُوٹتی تھی اور جب نکلتی تھی تب بھی لُوٹتی تھی۔ یہاں یہ ہوا کہ جب انہوں نے شہر فتح کیا تب بھی نہ لُوٹا اور جب واپس آئے تب بھی بجائے لُوٹنے کے انہوں نے ٹیکس کا سارا روپیہ واپس کر دیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ عیسائیوں پر اس کا ایسا اثر ہوا ہے کہ وہ شہر سے باہر کئی میل تک مسلمانوں کو چھوڑنے آئے اور روتے جاتے تھے اور دعائیں کرتے جاتے تھے کہ خدا تم کو پھر ہمارے ملک میں واپس لائے۔ تمہارے جیسے امن پسند لوگ ہم نے کبھی نہیں دیکھے۔

ہمارے اپنے مذہب والے تو لُوٹتے ہیں اور تم اتنا انصاف کر رہے ہو کہ واپس جانے سے پہلے ہمارا ٹیکس بھی ہمیں واپس کر رہے ہو۔5 تو دیکھو کس طرح یہ قوم اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہو گئی۔

اِسی طرح جب بحرین کے بادشاہ نے اسلام قبول کیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرے ملک میں یہودی بھی ہیں اور عیسائی بھی ہیں، ایرانی بھی ہیں اور عرب بھی ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں ان میں سے کس کو اپنے ملک میں رہنے دوں اور کس کو نکال دوں؟ آپ نے لکھا ہر قوم کو اپنے ملک میں رہنے دو۔ میں صرف یہ حکم دیتا ہوں کہ ان میں سے جس کے پاس زمین نہ ہو اُس کو سال کا غلّہ اور کپڑا دے دیا کرو۔ تو یہ بھی اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی ایک مثال ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کا بھی ہو اسلام اس کی خدمت اور فائدہ کو مدنظر رکھتا ہے۔

پھر یہ تو ابتدائی زمانہ کی باتیں ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت سے فائدہ اُٹھانے والے لوگ موجود تھے مگر دیکھو! یہ تاثیر اتنی دور تک چلی کہ ہندوستان میں سب سے پہلی مسلمان حکومت حکومتِ غلاماں تھی۔ شہاب الدین غوری جب ہندوستان پر حملہ کرنے کے بعد واپس ہوا تو جاتی دفعہ اُس نے اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا کہ تم نے بڑی قربانی کی ہے اس لیے میں سارا ہندوستان تمہیں دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ غلام بادشاہ رہا اور کئی پُشتوں تک اُس کے خاندان کی بادشاہت چلی۔ اس خاندان کی حکومت حکومتِ غلاماں ہی کہلاتی ہے۔ یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام نے مساوات کی جو رَو چلائی تھی، تمام بنی نوع انسان سے محبت اور پیار کی جو رَو چلائی تھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی چھ سَو سال تک چلتی چلی گئی۔ عرب سے لے کر ہندوستان تک وہ لہر آئی اور ہندوستان میں بھی غلاموں کی سلطنت قائم ہو گئی۔

پس اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ تم کو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ملک میں جب کبھی سیلاب آتا ہے اور احمدی لوگوں کی خدمت کرتے ہیں تو درحقیقت اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے وہ لوگوں کی

خدمت کرتے ہیں۔ آج خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی ہے۔ اس لیے میں انہیں اِسی آیت کی طرف جو میں نے ابھی پڑھی ہے توجہ دلاتا ہوں۔ اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر مسلمان خادم ہے۔ ہم نے تنظیم قائم کرنے کے لیے نوجوانوں اور بوڑھوں کا فرق کر دیا ہے۔ ورنہ درحقیقت تمام کے تمام مسلمان ہی قرآن کریم میں خدام بتائے گئے ہیں۔ میں نے پچھلے سال اپنی تقریر میں بتایا تھا کہ خدام الاحمدیہ سے یہ مراد نہیں کہ احمدیوں کے خادم بلکہ خدام الاحمدیہ کا یہ مطلب ہے کہ احمدیوں میں سے خادم۔ یعنی ہیں تو یہ ساری دنیا کے خادم صرف احمدیوں کے خادم نہیں۔ مگر احمدیوں میں سے اس گروہ نے اقرار کیا ہے کہ ہم ساری دنیا کی خدمت کریں گے۔ تو درحقیقت ہم نے نوجوانوں کی تنظیم کا نام خدام الاحمدیہ رکھا ہے ورنہ یہ آیت بتاتی ہے کہ ہر مسلمان ہی اس کام کے لیے مقرر ہے۔ اور پھر اس نے خدمت کا طریق بھی بتا دیا ہے کہ ہر انسان کو نیک باتوں کی نصیحت کی جائے، بُری باتوں سے روکا جائے اور خداتعالیٰ کے جو احکام ہیں اُن کی اتباع اور فرمانبرداری کرائی جائے۔ یہی مسلمان قوم کو اس دنیا میں پیدا کرنے کی غرض ہے۔ اگر مسلمان قوم کسی زمانہ میں یہ غرض پوری نہیں کرتی تو وہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے دائرہ سے نکل جاتی ہے۔ پھر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت نہیں رہتی بلکہ اپنے نفس کی امت ہو جائے گی یا علماء کی امت ہو جائے گی یا اپنے سرداروں اور بادشاہوں کی امت ہو جائے گی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق خداتعالیٰ یہ صاف طور پر فرماتا ہے کہ وہ خیرِ امت ہے۔ کیونکہ وہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے کھڑی کی گئی ہے۔ جب تک وہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کرتی ہے اس وقت تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہے اور جب وہ اس خدمت کو چھوڑ دیتی ہے تو پھر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت نہیں رہتی بلکہ اپنے نفس کے تابع ہو جاتی ہے۔

پھر آگے فرماتا ہے وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ یعنی اِس وقت تو مسلمانوں کو غلبہ مل گیا ہے مگر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اہلِ کتاب کو دنیا میں غلبہ حاصل ہو جائے گا اور یہودیوں اورعیسائیوں کو حکومتیں مل جائیں گی۔ پس فرماتا ہے وَلَوْ

اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ اگر اہلِ کتاب بھی ہمارے اِس حکم پر ایمان لے آئیں اور وہ بھی اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے وقف کر دیں تو اِس کا نتیجہ ان کے لیے بھی بہت ہی اچھا نکلے گا۔ ورنہ ان کی حکومتیں بدنام ہو جائیں گی۔ چنانچہ دیکھ لو ساری دنیا میں امریکہ اور انگلستان کا بُغض ہے کیونکہ یہ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ پر عمل نہیں کر رہے۔امریکہ اور انگلستان والے بھی اہلِ کتاب میں سے ہیں اور عیسائی ہیں۔ اگر وہ اس حکم کو مان لیتے تو ان کے متعلق لوگوں کے دلوں میں بُغض اور کینہ نہ ہوتا۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہر آیت کے غلط معنے کر لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے بھی غلط معنے کیے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور ایمان لے آئیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔ حالانکہ یہاں پہلے مسلمانوں کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ انہیں ہم نے تمام دنیا کی بھلائی کے لیے کھڑا کیا ہے اور پھر یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کر کے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ ایمان لے آئیں یعنی اگر وہ بھی اِس حکم کو مان لیں تو اُن کی حکومت کی عزت بڑھے گی۔ اور اگر انہوں نے بنی نوع انسان کی محبت کو اپنا مقصد قرار نہ دیا تو لوگوں کے دلوں میں اُن کے متعلق نفرت پیدا ہو جائے گی اور اُن کی حکومت کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ چنانچہ دیکھ لو اب عیسائیوں کو حکومت حاصل ہے لیکن چونکہ انہوں نے اِس آیت پر عمل نہیں کیا اس لیے وہ جن ممالک میں بھی جاتے ہیں وہاں لُوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں۔ اگر امریکہ جاپان میں گیا تو اُس نے اُسے لُوٹنا شروع کر دیا، اگر انگلستان ہندوستان میں آیا تو اس نے ہندوستان کو لُوٹنا شروع کر دیا۔ اگر یہ عرب میں گئے تو اُن کو لُوٹنا شروع کر دیا۔ جس وقت پچھلی جنگ ہوئی ہے تو مصر میں جنرل میکموہن برطانیہ کا نمائندہ تھا۔ شریفِ مکہ بیچارہ سادہ لوح آدمی تھا۔ اُس کو جنرل میکموہن نے لکھا کہ تم تُرکوں کے خلاف ہماری مدد کرو۔ شریفِ مکہ نے کہا اگر ہم مدد کریں تو تم ہمیں کیا دو گے؟ اُس نے کہا سب عرب کو متحد کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ وہ بے چارہ مان گیا اور اس نے معاہدہ کر لیا۔ لیکن جب جنگ ختم ہوگئی تو انگریزوں نے عرب کو بانٹنا شروع کر دیا۔ لبنان اور دمشق فرانس کو

دے دیا اور فلسطین اور عراق انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ شریفِ مکہ جس نے اپنی قوم کو مروایا تھا اُسے کچھ بھی نہ دیا۔ جب اس نے کہلا بھیجا کہ آپ نے تو مجھ سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر تم ہماری مدد کرو تو تمام عرب متحد کر کے تمہیں دے دیا جائے گا تو کہنے لگے میکموہن تو ہمارا مصری نمائندہ تھا اور ہمارے قانون میں ایسے معاہدات پر وزیرِ خارجہ دستخط کیا کرتا ہے۔ اس لیے وہ معاہدہ ہے ہی نہیں۔

اب دیکھو! حضرت عمرؓ نے تو غلام کے کیے ہوئے معاہدہ کو بھی مان لیا لیکن انہوں نے اپنے مصری نمائندہ کے دستخطوں کو بھی ردّ کر دیا اور کہا اسے معاہدہ کرنے کا کیا حق تھا۔ تم نے بیوقوفی کی جو اُسے مان لیا لیکن ہم تمہاری بیوقوفی کے ذمہ دار نہیں۔ ہمارے وزیرِ خارجہ کے دستخط ہوتے تو کوئی بات بھی تھی۔ گویا انہوں نے شریفِ مکہ سے دھوکا کیا اور اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی بجائے اُخْرِجَتْ لِأَنْفُسِهِمْ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ملک کے فائدہ کو مدنظر رکھا بنی نوع انسان کے فائدہ کو مدنظر نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود شریفِ مکہ اور اُس کے بیٹوں میں جھگڑا ہو گیا کیونکہ امیر فیصل نے جو بعد میں عراق کا بادشاہ بن گیا تھا اور جس نے بڑی قربانی کی تھی اور لڑائی میں بڑی تندہی سے کام کیا تھا اُس کو باپ پر غصہ آیا کہ مرتا تو میں پھرا ہوں اور ملک لے گئے انگریز۔ بعد میں انگریزوں نے بھی کچھ شرم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یورپین اقوام میں سے انگریزوں میں کچھ شرم ہے۔ انہوں نے عراق کی بادشاہت اسے دے دی اور اِس طرح اپنے فعل کی کچھ پردہ پوشی کی مگر عرب اکٹھا نہ ہوا اور اب تک اکٹھا نہیں۔ اب کچھ حصہ تو سعودی عرب کے ماتحت جمع ہو گیا ہے اور وہ بھی انہوں نے اپنی تلواروں سے اکٹھا کیا ہے۔ شام ان لوگوں نے فرانسیسیوں کو دے دیا تھا اور اُردن میں انہوں نے شریفِ مکہ کا ایک بیٹا بادشاہ بنا دیا تھا۔ شام والے اب خود اُردن کے ساتھ ملنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انگریزوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ مصر نے اپنے زور سے آزادی لی اور وہ بھی اب کوشش کر رہا ہے کہ عربوں کے ساتھ اتحاد کرے۔ لیکن اہلِ کتاب نے اپنے کیے ہوئے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ حالانکہ قرآن کریم نے انہیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اگر اہلِ کتاب اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے حکم پر ایمان لائے اور

اپنے زمانۂ حکومت اور اقتدار میں انہوں نے بھی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے کوششیں کیں اور صرف اپنی ذات اور اپنے ملک کے فائدہ کے لیے منصوبے نہ کیے تو اُن کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی اور ان کی عزت ہو گی اور ان کی حکومتیں بھی لمبی ہو جائیں گی۔ لیکن اگر انہوں نے نفسانفسی سے کام لیا اور صرف اپنے ملکوں کا فائدہ سوچا تو دوسری قوموں کے دلوں میں ان کا بُغض بڑھ جائے گا اور ان کی نفرت ترقی کر جائے گی۔

غرض اِس آیت میں آئندہ کے متعلق ایک پیشگوئی بھی آ گئی اور مسلمانوں کے فرائض بھی آ گئے کہ تمام بنی نوع انسان کو برابر سمجھو۔ دیکھو! برابر سمجھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً احمدی ہیں ہم یہ نہیں مانتے کہ احمدی پوری طرح شریعت پر عمل کر رہے ہیں۔ مگر یہ ضرور نظر آتا ہے کہ یہاں کوئی غیر ملک کا نَومسلم آ جائے تو ربوہ والوں کی باچھیں کِھل جاتی ہیں اور آنے والے بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اپنے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ بھائی اِسی لیے معلوم ہوتے ہیں کہ غیر ملکیوں کو دیکھ کر فوراً ان کا دل کِھل جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تمام بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کے لیے کھڑے کیے گئے ہیں۔ اب اِس وقت ساری دنیا میں تبلیغ ہو رہی ہے اور ہندوستان اور پاکستان دونوں ساری تبلیغ کا خرچ برداشت کر رہے ہیں۔ اگر غیر ملکوں سے خرچ کے متعلق کہا جائے تو وہ کہتے ہیں ہمارے ملک میں جو مبلغ ہیں اُن کا خرچ تو ہم دینے کے لیے تیار ہیں باقی ملکوں کے لیے ہم کیوں تکلیف اُٹھائیں؟ ہم انہیں آہستہ آہستہ سمجھا رہے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ مانیں گے۔ لیکن پاکستان اور ہندوستان نے پہلے سے ہی تبلیغ کا سارا بوجھ اُٹھایا ہوا ہے۔ ان کی مثال بئے کی سی ہے یا بعض کہتے ہیں کہ ٹیٹری ایک جانور ہے وہ رات کو سوتے وقت ٹانگیں اونچی رکھتا ہے اور سَر نیچے رکھتا ہے۔ کہانیوں والے جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو کہا ہے کہ ہم نے جانوروں کی بولیاں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سکھلائی تھیں[6] مگر ہماری کہانیوں والے کہتے ہیں کہ ہم نے بھی جانوروں کی بولیاں سیکھی ہوئی ہیں۔ تو کہتے ہیں کسی نے ٹیٹری سے پوچھا کہ تُو اپنی ٹانگیں اونچی کیوں رکھتی ہے؟ کہنے لگی اِس لیے کہ اگر رات کو آسمان گِر پڑا تو میں اسے اپنی ٹانگوں پر سنبھال لوں گی۔ ہمارے احمدیوں کی مثال بھی

بالکل ٹیڑی کی سی ہے۔ ساری دنیا میں اسلام پھیلانا کوئی معمولی بات نہیں۔ لیکن سب قومیں کہتی ہیں کہ ہم دوسرے ممالک کی تبلیغ کا بوجھ کیوں اُٹھائیں؟ ہمارے مبلغ ہوں، ہمارے سکول ہوں تو ان کا بوجھ ہم اُٹھالیں گے۔ لیکن یہاں جامعۃ المبشرین ہے۔ اس میں عرب بھی آ کر پڑھتے ہیں، سوڈانی بھی پڑھ رہے ہیں، سمالی بھی پڑھ رہے ہیں اور جرمن بھی پڑھے ہیں، انگریز بھی پڑھے ہیں، امریکن بھی پڑھے ہیں۔ لیکن کبھی بھی پاکستانی یہ نہیں کہتا کہ میں کیوں بوجھ اُٹھاؤں؟ یہ تو غیر ملکوں کے لوگ ہیں پاکستانی نہیں۔ بلکہ یہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک بھائی اَور آ گیا۔ گویا یہ سب کو اپنا بھائی سمجھتا ہے کیونکہ اس میں اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ والی روح پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے غیر ملکی نَومسلم بھی اسے اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور ان کے دلوں میں بھی ان کا ادب اور احترام ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بوجھ اُٹھانا تو ہم سب کے ذمہ تھا مگر یہ مالی لحاظ سے کمزور ہوتے ہوئے بھی سارا بوجھ برداشت کر رہے ہیں۔

شامیوں کو دیکھ لو، ملکِ شام وسعت میں پاکستان سے چھوٹا ہے لیکن اس کی آمد ہمارے ملک کی آمد سے بہت زیادہ ہے۔

مجھے یاد ہے جب ہم 1924ء میں لندن گئے تو چودھری علی محمد صاحب میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے بیت المقدس میں ایک قمیص دُھلائی۔ جب وہ دُھل کر آئی تو دھوبی نے ڈیڑھ روپیہ اُجرت مانگی۔ چودھری علی محمد صاحب نے کہا میں نے تو بارہ آنے میں قمیص سلوائی ہے اور تُو ڈیڑھ روپیہ دُھلائی کی اُجرت مانگتا ہے؟ اُس وقت کپڑا سستا ہوتا تھا۔ آخر کسی نے ہنس کر کہا اِس کو قمیص ہی دے دو۔ دھوبی راضی ہو گیا اور انہوں نے اُسے قمیص دے کر پیچھا چُھڑایا۔ دھوبی قمیص لے کر چلا گیا اور انہوں نے شکر کیا کہ ڈیڑھ روپیہ بچ گیا۔ غرض اِس ملک کی مالی حالت بہت اچھی ہے۔ مزدور کی مزدوری اتنی زیادہ ہے کہ تم لوگ اس کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔ وہاں ایک معمولی ملازم پندرہ سولہ پاؤنڈ ماہوار کما لیتا ہے۔ پس ان لوگوں کے پاس مال زیادہ ہے مگر ملک چھوٹا ہے۔ اگر اُن کی روح بھی پاکستانیوں والی ہو جائے تو وہ جماعت کے لیے بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ پاکستان غریب ہے مگر اس کی روح اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ والی ہے۔ سارا دن وہ مزدوری کرتا ہے، لنگوٹا کسا ہوا ہوتا ہے اور وہ مٹی کی ٹوکریاں ڈھوتا ہے

یا جنگل میں سارا دن گھاس کاٹتا ہے اور شام کو آ کر اُسے بازار میں بیچتا ہے۔ اِس کے بدلہ میں اسے مثلاً ایک روپیہ ملتا ہے اور اس میں سے وہ ایک آنہ سلسلہ کو دے دیتا ہے اور کہتا ہے اس سے اسلام پھیلے گا۔ گویا اسلام سے اس کو اتنی محبت ہے کہ وہ یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ میں نے سارا دن گھاس کاٹا ہے یا مزدوری کی ہے۔ اب چند پیسے ملے ہیں تو اِن سے بیوی بچوں کی روزی کا سامان کروں۔ بلکہ کہتا ہے چندہ دے دو اِس سے امریکہ میں اسلام پھیلے گا، یورپ میں اسلام پھیلے گا۔ اب ہیمبرگ (جرمنی) کی مسجد کی تحریک ہوئی تو بعض غریب لوگوں نے بھی ڈیڑھ ڈیڑھ سَو کی رقم بھیج دی۔ اِسی طرح کوئی بیوہ ہے تو وہ رقم بھیج رہی ہے کہ یہ مسجد میں دے دو۔ پچھلے سال جب میں ولایت سے آیا تو ایک لڑکا مجھے ملا اور اس نے کہا میری ماں نے دو ہزار روپیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسجد کے لیے چندہ میں دے دیا جائے۔ حالانکہ وہ خود بیوہ تھی۔ تو یہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا نمونہ ہے۔ اگر یہ نمونہ اَور بڑھے تو اللہ تعالیٰ اَور زیادہ برکت دے دے گا۔ اب تو احمدی پانچ چھ لاکھ ہیں۔ اگر سارے مسلمان احمدی ہو جائیں تو وہ چالیس کروڑ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر چالیس کروڑ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بن جائیں تو پھر سوال ہی باقی نہیں رہتا کہ ہم غریب ہیں۔ ہم امریکہ اور یورپ کو یوں دبوچ لیں جیسے باز چڑیا کو دبوچ لیتا ہے اور دنیا کے کونہ کونہ تک اسلام پھیلا دیں۔ کیونکہ

قطرہ قطرہ میشود دریا

ایک ایک قطرہ مل کے دریا بن جاتا ہے۔ اگر چالیس کروڑ آدمی مل جائے اور وہ روپیہ روپیہ بھی سال میں چندہ دے تو چالیس کروڑ روپیہ سالانہ بن جاتا ہے۔ اب تو ہماری جماعت بہت غریب ہے۔ پھر بھی اوسط چندہ فی کس اڑھائی تین روپیہ بن جاتا ہے۔ اگر چالیس کروڑ مسلمان ہو جائیں اور آٹھ آنے اوسط چندہ ہو تو بیس کروڑ روپیہ سالانہ آ جائے گا جس کے معنے ہیں ڈیڑھ کروڑ روپیہ ماہوار۔ اِس سے ہم دنیا کے چپہ چپہ میں مبلغ بھیج سکتے ہیں اور اتنا لٹریچر شائع کر سکتے ہیں کہ کوئی یورپین اور عیسائی ایسا نہ رہے جس کے پاس اسلامی کتابوں کا ذخیرہ نہ ہو۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے

اس سے تم دوسرے لوگوں کو بھی کھلاؤ اور پلاؤ۔ ہم نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ کماؤ اور صرف اپنی ذات پر خرچ کرو بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ کماؤ اور لوگوں پر خرچ کرو۔ اگر تم لوگوں پر خرچ کرو گے تو نتیجہ اچھا ہو گا۔ لیکن خرچ کیسے کرو؟ اِس کا طریق بھی ہم بتا دیتے ہیں کہ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ نیک باتیں لوگوں تک پہنچاؤ اور بُری باتوں سے ان کو روکو یعنی تبلیغ کرو۔ یہ تبلیغ کا ہی مضمون ہے جس کو خدا تعالیٰ نے ایک نئی طرز میں بیان کر دیا ہے کیونکہ اگر ہم کسی کو اسلام سکھاتے ہیں تو اس میں ہمارا تو فائدہ نہیں اُسی کا فائدہ ہے۔ پھر اگر ہم اپنا روپیہ اِس لیے خرچ کرتے ہیں کہ دوسروں کو اونچا کریں جیسے ہمارے نوجوان ویسٹ افریقہ اور ایسٹ افریقہ میں سکول اور کالج کھول رہے ہیں اور اُن کو پڑھا رہے ہیں تو اِس میں بھی دوسروں کا ہی فائدہ ہے۔ لیکن ہمیں اس طرح فائدہ پہنچتا ہے کہ ایک تو ہمیں ثواب مل جاتا ہے اور دوسرے وہ قوم ہماری محبت سے بھر جاتی ہے۔ افریقن لوگوں کے لیے انگریزوں نے بڑا روپیہ خرچ کیا ہے لیکن ان کے وہ دشمن ہیں اور ہم پر جان دیتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ انگریز نے اس لیے خرچ کیا تھا کہ بعد میں انہیں لُوٹے اور ہم نے اس لیے خرچ کیا کہ انہیں ترقی ہو۔ اس لیے ہماری محبت ان کے دلوں میں بڑھتی چلی جاتی ہے اور انگریزوں کی نفرت اُن کے دلوں میں بڑھتی جاتی ہے۔ کیونکہ انگریز نے جتنا خرچ کیا اِس نیت سے کیا کہ بعد میں ان سے فائدہ اُٹھائے اور ہم نے اُن پر جو کچھ خرچ کیا وہ اُن کے فائدہ کے لیے کیا ہے۔

میں بیماری میں یورپ گیا تو افریقہ کی جماعتوں میں سے لیگوس کے لوگوں نے اپنا ایک رئیس ہوائی جہاز سے لندن میری خبر پوچھنے کے لیے بھجوا دیا۔ اُس میں میرا اتنا ادب اور احترام تھا کہ جب مجلس ہوتی تو وہ میرے پاؤں کے قریب آ کر بیٹھ جاتا۔ انگریزوں میں اُس کا بڑا احترام تھا۔ جس مجلس میں انگریز آتے وہ اُسے اُٹھا کر میرے پاس بٹھانا چاہتے لیکن وہ میرے پیروں میں آ کر بیٹھ جاتا اور کہتا یہ میری عزت کی جگہ ہے میں یہاں بیٹھوں گا۔ میں بیماری میں بعض دفعہ گھبرا کر باہر کرسی پر بیٹھ جاتا تھا۔ وہ باہر سے پھر کر آتا، کسی بڑے آدمی یا وزیر سے مل کر آتا اور آ کر میرے پاؤں کے قریب زمین پر بیٹھ جاتا۔ میں اُسے اُٹھا کر کرسی پر

بٹھانا چاہتا تو کہتا نہیں نہیں۔ میری عزت اِسی میں ہے کہ میں یہیں بیٹھوں۔ سارا لندن اُس کی تصویریں لیتا تھا، بڑے بڑے وزراء اُس سے ملتے تھے لیکن اُس کی محبت کی حالت یہ تھی کہ وہ میرے پاؤں کے قریب بیٹھنا اپنی عزت تصور کرتا تھا۔ حالانکہ ہم نے تو بہت تھوڑا روپیہ خرچ کیا ہے انگلستان نے ہم سے ہزاروں لاکھوں گُنا زیادہ اُن کے ملک پر خرچ کیا ہے۔ مگر انگریزوں کے متعلق اُن کے دلوں میں نفرت ہے اور ہماری محبت ہے۔

میں نے عیسائیت کے ردّ میں ایک رسالہ لکھا۔ اس میں کچھ الفاظ سخت تھے کیونکہ جس کتاب کے جواب میں وہ رسالہ تھا اُس میں بڑے بڑے سخت الفاظ اسلام کے متعلق استعمال ہوئے تھے۔ مجھے بھی جوش آ گیا۔ چودھری ظفراللہ خان صاحب کہنے لگے لفظ بدل ڈالیے افریقہ میں انگریز اِس رسالہ کو ضبط کر لیں گے۔ وہ رئیس باہر سے کسی وزیر کو مل کر آیا۔ میں گھر سے باہر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے لیے کرسی رکھوائی لیکن وہ میرے پیروں میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُسے کہا بتایئے میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اور چودھری صاحب کہتے ہیں کہ گورنمنٹ اسے ضبط کر لے گی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہنے لگا گورنمنٹ ضبط کرے گی تو میں گورنر کی گردن پکڑ کر اُسے مروڑ نہ دوں گا۔ ہم مسلمان وہاں زیادہ تعداد میں ہیں۔ اس لیے کوئی پروا نہ کیجیے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس کتاب کو ضبط کرے۔ یہ غیرت اُسے اِس لیے آئی کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ہماری خاطر قربانی کر رہے ہیں اور گورنر کی قوم جو روپیہ خرچ کرتی ہے اُس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ انہیں لُوٹنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ اس لیے اُس کے دل میں اس قوم کی محبت نہیں تھی بلکہ ان کے لیے شدید نفرت تھی۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ایسا گُر مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اگر وہ اِس پر عمل کریں تو وہ غیروں میں اپنے لیے محبت پیدا کر سکتے ہیں۔ 1953ء میں لاہور میں احمدیوں کو مارا جاتا تھا۔ بعد میں مارشل لاء لگا اور اس میں بہت سے مسلمان مارے گئے۔ اگرچہ وہ اپنی کرتُوتوں کی وجہ سے مارے گئے لیکن غیراحمدی سمجھتے تھے کہ اس کا موجب ہم ہیں۔ بعد میں سیلاب آ گیا اور آپ لوگوں نے وہاں سیلاب زدوں کی خدمت کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور گیا

اور میں نے اُن تمام جگہوں کو دیکھا جہاں احمدیوں نے خدمتِ خلق کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ عورتیں، مرد اور بچے سب اپنے گھروں سے باہر آ جاتے تھے اور جماعت کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ ان میں سے کئی لوگ میری منتیں کرتے تھے کہ ان کے مکانوں کی چھتیں بھی ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ان کی امداد کی جائے۔ ایک مخالف اخبار نے لاہور کے ان لوگوں کو طعنہ دیا کہ ابھی مارشل لاء کے دنوں میں احمدیوں نے تمہارے بھائیوں کو مروایا ہے اور اب تم اُن کی منتیں کر رہے ہو اور اُن کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہو۔ ایسا کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟ اگرچہ اس نے غلط کہا تھا کہ وہ لوگ ہماری وجہ سے موت کا شکار ہوئے تھے لیکن تاہم میں نے کہا چلو! اس نے اتنا تو مان لیا کہ وہ لوگ ہماری منتیں کرتے تھے۔ وہ منتیں کیوں کرتے تھے؟ اسی لیے کہ وہ جانتے تھے کہ ہم نے جو خدمت کی ہے وہ اپنے نفس کے لیے نہیں کی بلکہ محض اُن کے لیے کی ہے۔

پچھلے دنوں سیلاب آیا تو مجھے لائلپور کے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ شیخوپورہ کا وہ حصہ جہاں احمدیوں نے خدمت کی میرے علاقہ میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ پر کچھ جانور مرے پڑے تھے اور اُن سے بہت بُو آ رہی تھی۔ میں نے پولیس سے اُن جانوروں کو دفن کرنے کے لیے کہا تو اُس نے انکار کر دیا۔ لیکن آپ کے احمدیوں کو میں نے کہا تو انہوں نے بڑے شوق سے اس کام کو کیا۔ اس کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے سارے مسلمانوں کو کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم ان احمدیوں کے دشمن ہو اور وہ تمہاری خاطر اتنا کام کرتے ہیں۔ تمہاری پولیس جو گورنمنٹ سے تنخواہیں لیتی ہے وہ کام کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ میں نے اسے مُردہ جانوروں کو دفن کرنے کے لیے کہا تو اس نے انکار کر دیا اور احمدیوں کو کہا تو بات سنتے ہی وہاں چلے گئے اور جانوروں کو دفن کر دیا۔

پس اگر تم اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ والی بات کو یاد رکھو تو اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کر سکتے ہو اور لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر سکتے ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ تم کو پیدا ہی بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ اہلِ کتاب بھی جن کا دین جھوٹا ہے اِس پر عمل کریں اور بے نفسی اور بے غرضی سے بنی نوع انسان کی خدمت کریں تو ان کی بھی

تعریف ہونے لگ جائے گی اور ان کا انجام اچھا ہو جائے گا۔ مسلمان جن کا مذہب سچا ہے ان کا انجام تو آپ ہی ظاہر ہے۔ اگر سچے مذہب والا بے غرضی سے خدمت کرے گا تو لازماً اس کو بڑی ترقی حاصل ہو گی کیونکہ عقل بھی اس کی تائید کر رہی ہو گی اور دل بھی اس کی تائید کر رہا ہو گا اور ان دونوں چیزوں کی تائید کے بعد اس کا رُتبہ دنیا میں بڑھ جائے گا۔ لیکن فرماتا ہے اگر عیسائی اور یہودی بھی سچے دل سے بنی نوع انسان کی خدمت کریں اور بے غرضی سے کریں اور اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی تعلیم کو یاد رکھیں تو اُن کو بھی دنیا میں بڑی عزت ملے گی اور وہ بڑی ترقی کر جائیں گے۔ لیکن یہ ایسا کریں گے نہیں یہ خودغرضی سے ہی کام کریں گے جس کی وجہ سے ان کو نقصان پہنچے گا۔ اگر یہ ہماری بات مان لیں اور ہم نے مسلمانوں کے پیدا کرنے کا جو مقصد بیان کیا ہے اُسے اپنے سامنے رکھیں تو ان کا انجام بھی بڑا اچھا ہو جائے گا اور ان کی عمر لمبی ہو جائے گی"۔ (الفضل 28 نومبر 1956ء)

1: آل عمران: 111

2: مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة

3: السیرة الحلبیة جلد 3 صفحہ 93 مطبوعہ مصر 1935ء

4: تاریخ طبری جلد 5 صفحه 72 مطبوعه بیروت 1987ء

5: فتوح البلدان بلاذری صفحہ 143، 144 مطبوعہ قاہرہ 1319ھ

6: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (النمل: 17)